معرفت الٰہی اور وجودِ آدمؑ: حضرت کاکا صاحبؒ کے نظریات

The Spirituality of Allah and the Personality of Adam:ؑ An Analysis of the Views Hazrat Kaka Sahibؒ

سید مبشر حسین شاہ*

فرزند علی سرور**

Abstract

Born on the first of Ramazan in 1576, Kaka Sahib had received religious education from his Sufi father and a few Islamic scholars of his time. His ancestors had migrated from Bukhara in Central Asia many centuries ago and permanently settled in the outskirts of Nowshera. He became a spiritual successor following death of his father, Hazrat Shiekh Bahadur Baba. His shrine is located some 40 km away from Ziarat Kaka Sahib town

He had earned the title of Rahmkaar - 'the kindest' who used to free slaves and show mercy on orphans, poor and destitute families. He once had got released 3,000 slaves after having paid money to their masters. He used to arrange langar for thousands of his pilgrims and devotes regularly and extended financial assistance to destitute families.

He was a man of wisdom and knowledge. The article under discussion narrates Kaka Sahib's knowledge about the 'truth of Adam' and his penetrating flight to capture the pearls of 'maarfat e Ilahi' (Recognizing the Purity of Devine Love).

---

* ایم فل طالبعلم، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** ایم فل (اردو)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

تلخیص

حضرت کاکا صاحبؒ صوفی با صفا تھے، تحمل و بردباری، عاجزی و انکساری اور زہد و تقوی ایسے عوامل ان کی شخصیت کا خاصا تھے۔ اللہ کے خاص فضل و کرم کے باوصف حقیقت آدم اور اس کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آشنا تھے اور نیابت الٰہی کے تصور حقیقی سے واقف تھے جس کے سبب حضرت انسان مسجود ملائک ٹھہرا۔ اسرارِ رموز انسانی سے واقفیت کی بدولت آپؒ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ مالک کون و مکاں کی حقیقی طلب پیدا ہو جائے تو شراب طہور کا لطف دنیا میں ہی میسر آ جاتا ہے۔ بشرطیکہ خواہشات نفس کو کچل دیا جائے اور دنیا کی محبت کو دل سے نکال دیا جائے۔ آپؒ راہ حق کے راہی تھے جس کی کٹھن منازل راہ میں قطعاً حائل نہ ہوئیں اور آپؒ نے بفضل الٰہی طریقت کا سفر طے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کاکا صاحبؒ کو تصوف میں یک رخی کے باوصف مقام عبودیت حاصل ہوا اور خالق کون و مکاں ترجیح اول ہو گیا۔ اس طرح خود سے خداشناسی کا سفر آسان تر ہوتا گیا۔ وہ قلب و روح کی حقیقت کا ادراک بھی رکھتے تھے کہ جب طالب یک رخ ہو جائے تو جسم کی تمام کثافتیں رفع ہو جاتی ہیں اور رنگ رنگ معرفت الٰہی کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ پیش نظر مقالہ حقیقتِ آدمؑ معرفتِ الٰہی میں حضرت کاکاصاحبؒ کے وجدان کا احاطہ کرتا ہے۔

تعارف

حضرت سید کستیر الملقب بہ رحمکار المعروف بہ کاکا صاحبؒ حسینی سید ہیں۔ سلسلہ تیئسویں واسطے سے حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے۔ کستیر پشتو زبان میں سیاہی مائل زرد رنگ کے ایک عنبر افشاں پھول کو کہتے ہیں، جبکہ رحمکار کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپؒ حد درجہ نرم، شفیق اور مہربان تھے۔ نیز آپؒ کاکا صاحبؒ کے نام سے بھی معروف تھے، جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پشتون عوام معمر اور بزرگ کو ''کاکا'' کے لفظ سے پکارتے ہیں۔ آپؒ کی ذات بھی پشتونوں کے لئے عقیدت کا مرکز تھی، اس لئے بیشتر لوگ آپؒ کو کاکا صاحبؒ کہہ کر پکارا کرتے۔

☆ آپؒ کی اولاد آپ کے عرفی نام کی مناسبت سے کاکا خیل کہلاتی ہے

حضرت رحمکارؒ کی ولادت علاقہ خٹک موضع کناخیل میں ہوئی۔ آپؒ مادرزاد ولی تھے،

اور نور محمدیؐ کے ذریعے آپؒ کی روحانی تربیت ہوئی تھی۔

☆ جہاں آپ کا مزار اقدس واقع ہے، وہ مقام ''زیارت کاکا صاحبؒ'' کے نام سے معروف ہے، جو نوشہرہ سٹیشن سے جنوب کی جانب دس کلومیٹر مسافت پر واقع ہے اور ساڑھے تین سو برسوں سے مرجع خلائق ہے۔

حضرت کاکا صاحبؒ حقیقتِ آدم بارے علم، مہارت اور دسترس رکھتے تھے۔ وہ اس علم کے وقوف سے آگاہ تھے اور اس کے اسرار و رموز سے آشنا تھے۔ ان پر اللہ تعالی کا احسان عظیم اورخصوصی فضل تھا کہ وہ آدم کی تخلیق یعنی وجہ تخلیقِ آدم، مرتبہ کائنات میں آدم کا مقام اور اس کے فرائض سے بخوبی آگاہ تھے۔۱

آدم:

ابوالبشر پہلا آدمی، پیغمبر، زمین پر اولین خلیفہ، اور دنیا بھر کے لوگوں کے باپ، مسجود ملائیک، ملقب، بہ صفی اللہ۔

لفظ آدم خصوصی طور پر حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہو کر اسم معرفہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، مگر بعض اوقات مورث اعلی کے طور پر اورنسل انسانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہ سریانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی مٹیالے کے ہیں۔امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ آدم کو آدم اس لئے کہا گیا ہے کہ اسے عقل و فہم دے کر تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی ہے یا پھر آدم کا نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں مختلف عناصر اور متفرق قویٰ رکھے گئے ہیں۔ ابن درید کے مطابق یہ لفظ ''اومتہ'' کے معنی رنگ ملانا جلانا اور ''گندمی'' کے ہیں، جب کہ امام راغب کے نزدیک ''ادیم'' سے نکلا ہے، جس کے معنی سطح زمین کے ہیں۔ عبرانی زبان میں آدم کا لفظ انسان اور بنی نوع انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گویا آدم کا لفظ جد امجد اور نوع انسانی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قران مجید میں لفظ آدم پچیس آیات میں آیا ہے۔حضرت آدم کا قصہ نو سورتوں پر محیط ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں: بقرہ، آل عمران، مائدہ، اعراف، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہ، یسین۔۲
اللہ تعالی کے حکم سے آدم کا بشر کی صورت میں ظہور ہوا۔اسی بنیاد پر وہ فرشتوں کے

لئے لائک مسجود ہوئے، اور زمین پر خلیفۃ اللہ ہونے کے سبب مخلوقات میں ممتاز ہوئے۔ کائنات اللہ رب العزت کی تخلیق ہے، اور ذرے ذرے سے وہ ظاہر ہے، اسی وجہ سے موجود کی صورت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ ظاہری اعتبار سے وہ بشر جبکہ باطنی طور پر خالق کی صورت ہیں۔۳

اللہ تعالی نے فرشتوں سے فرمایا: میں گارے، مٹی اور بدبودار کیچڑ سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اسے بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔۴

میرے فرشتو جاو، فلاں پاک اور صاف مقام سے کھنکنے والی مٹی لے کر آو۔ حکم دیا: اس جگہ جاو جہاں آبشاروں کا ٹھنڈا پاک اور شفاف پانی دریاوں میں گرتا ہے، وہاں سے پانی بھرلاؤ۔ ایک اور چشمے سے فرحت بخش، پاک اور شیریں پانی ایک جگہ جمع ہو رہا ہے، وہ بھر کے لاؤ۔۵

فرمان الٰہی کے مطابق جب عمل ہو گیا تو دیگر ضروری اشیا مثلاً مناسب آنچ، موافق، معتدل اور مہکتی ہوا لانے کا حکم ہوا، تب مدھم نور کی کرنوں کی ضرورت تھی، سو تمام چیزیں یکجا کر کے نور کا ایک ہالہ درمیان میں رکھ دیا گیا۔ اللہ رب العزت نے خود مٹی، پانی، ہوا، آگ اور نور سے بلحاظ تناسب ایک مرکب تیار کیا، جسے گوندھ کر گیلی مٹی کا ایک گالہ یا پنا تیار کیا، جس سے حضرت انسان بنایا جانے والا تھا۔٦

پانی: پانی سے اللہ تعالی نے پانچ صفات بردباری، کلام، دانائی، سلوک اور بینائی پیدا کی ہیں۔ان کے غلط استعمال کی وجہ سے ضد مہر، ملال، غم رنج و فکر پیدا ہوتے ہیں۔مہر کی وجہ سے بردباری، ملال کی وجہ سے کلام ،غم کی وجہ سے دانائی، رنج کی وجہ سے سلوک، جب کہ فکر کی وجہ سے بینائی جاتی رہتی ہے۔۷

مٹی:اللہ رب العالمین نے مٹی سے پانچ صفات صبر، شکر، صدق، سلیمی، اور خلوت پیدا کی ہیں۔ان کے درست استعمال نہ ہونے کی وجہ سے ضد، خواہش، حرص، مستی،محبت، طمع پیدا ہو جاتے ہیں۔حرص سے صبر، خواہش سے شکرگزاری، مستی سے صداقت، محبت سے فطرت سلیمی، اور طمع سے خلوت جاتی رہتی ہے۔۸

ہوا: اللہ رحمان نے ہوا سے پانچ صفات ارادہ، قیاس،خیال، تفکر، احساس پیدا کئے ہیں۔ان کا درست استعمال نہ ہونے کی وجہ سے ضد،تخیلات، وہم و گمان، وحشت،تصور پیدا ہو جاتے ہیں۔وہم کی وجہ سے ارادہ باطل پڑ جاتا ہے۔گمان کی وجہ سے قیاس قائم نہیں رہتا، تخیلات کی وجہ سے خیال باطل ہو جاتا ہے، وحشت تفکر کو ضائع کر دیتاہے۔تصور احساس کو مٹا دیتا ہے۔۹

آگ: اللہ رب العزت نے آگ سے پانچ صفات عقل، شوق، آرزو، غیرت، شجاعت پیدا کی ہیں۔ان کا درست استعمال نہ ہونے کی وجہ سے ضد، غصہ، حسد،فراق، عشق، غضب، پیدا ہو جاتے ہیں۔غصہ سے عقل، حسد سے شوق، فرا ق سے آرزو، عشق غیرت کو مٹا دیتا ہے، اور غصہ بہادری کو کھا جاتا ہے۔۱۰

قعدہ، قیام، رکوع، سجدہ، مٹی، آگ، ہوا، پانی ذرائع کا تزکیہ ہیں۔ ان کے بغیر کسی انسان کا تذکیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ان کے بغیر اپنی بلندی ثابت کرنے کی کوشش کرے تو اس طرف دھیان مت دے۔یعنی ساری چیزوں کا حاصل نماز ہے۔۱۱

فرشتے اس کو بڑی حیرانی اور غور سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالی ان سے مخاطب ہوا: ہم نے تمہیں، ہمارے فرشتو، اس پتلے کے لئے تمام کائنات تخلیق کرنے کے لئے کن کہا تھا۔ میری یہ تخلیق کائنات کے خفیہ رازوں سے پردہ اٹھائے گی اور رنگ و نور کو واضح کرے گی۔یہ ہماری زنگاری آئینہ کا کام کرے گی۔اس میں یہ میری صفات کے عکس نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔یہی میری منشا ہے۔۱۲

اللہ تعالی نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔فرشتوں نے تعمیل میں آدم علیہ السلام کو دو سجدے کئے، مگر عزازئیل (شیطان) نے انکار کر دیا۔جواب میں آدم علیہ السلام اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔اللہ تعالی ان کی اس ادا پر اتنا خوش ہوا کہ بطور اعزاز زمین، آسمان، بحر و بر، جنگل، پہاڑ، فضا اور خلا سمیت ہر چیز آدم کے لئے مسخر کر کے فرمایا:

> ''ہم نے تمہارے لیے زمین اور آسمان، فضا بحر وبر جنگل اور جبل جو کچھ بھی ان کے اندر ہے، وہ سب مسخر کر دیئے ہیں۔اب تم ہی ہمارے خلیفہ ہو۔ ہر طرف تم ہماری مرضی کے

مطابق حکمرانی چلاو گے۔ہم تم سے دور نہیں ہوں گے،جب جہاں، اور جس وقت بلاو گے، ہم سب کچھ سن لیں گے۔اگر تم ہمارے بتائے اصولوں اور بتائی ہوئی راہ پر کاربند رہے، تو زبان تمہاری، آواز ہماری، ہاتھ تمہارے، کام ہمارے، کان اور آنکھیں تمہارے ہوں گے، لیکن سنو گے ہماری آواز، دیکھو گے ہمارے رنگ۔ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب رہیں گے۔''۱۳

انسان دنیا میں اپنی ذات کو مسخر کرنے اور کائنات کو مسخر کرنے کے لئے محنت کرتا ہے۔جیسے جیسے تسخیر کا عمل مکمل ہوتا ہے، اسی طرح انسان کی تکمیل ہوتی ہے۔۱۴

خالق کائنات نے خود اظہارِعشق کی خاطر کائنات تخلیق کی، اور حضرت آدم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا، جہاں سے خلافت کا سلسلہ چل نکلا۔۱۵

فرشتے اسے حیرت اور غور سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہوا: ''اے فرشتو! ہم نے تمہیں، اس پتلے کی خاطر تمام کائنات تخلیق کرنے کے لئے ''کُن'' کہا تھا۔

حضرت کاکا صاحبؒ کا مختلف علوم بارے علم:

جنتیوں کی شراب اور جنت کا حقیقی ساقی اور اس بارے میں حضرت کاکا صاحبؒ کا علم برمبنی حق تھا، وہ حق کے ساتھ جڑے رہے اور حق کے ساتھ جڑے رہنے کا حق ادا کر دیا۔ آپؒ کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ با الفاظ دیگر آپؒ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا حقیقی معبود ماننے کا حق ادا کیا۔ آپؒ کا ذہنی، قلبی، ظاہری و باطنی تعلق صرف اور صرف اللہ سے تھا۔ اللہ کی ذات کے علاوہ آپ کو کوئی اور دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آپؒ نے غیر اللہ کو چھوڑ کر صحیح معنوں میں اللہ کی جانب مکمل رجوع کر لیا تھا اور حق یعنی اللہ سے ملنے، اس کی طرف دھیان کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ بلا شبہ بہت بڑی سعادت ہے۔ وہ حقیقت میں پیر طریقت و ارادت تھے۔ اللہ نے انھیں بلندمقام سے نوازا تھا۔۱۶

جنت: باغ نیک لوگوں کے مرنے کے بعد ہمیشہ رہنے والا گھر۔ جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس کی زمین درختوں کی کثرت کے سبب نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا دنیوی باغوں سے اسی بنا پر تشبیہہ دے کر کہا گیا ہے یا اسی وجہ سے کہ ان کی نعمتیں ہم

سے چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے۔کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ جنت کی جمع جنات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے:جنات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تعداد سات ہے۔۱۔جنت الفردوس۲۔ جنت ۳۔ جنت النعیم ۴۔دارالخلد ۵۔جنت الماوی ۶۔ دارالسلام ۷۔علیّین

بعض محققین کے نزدیک اس کے آٹھ درجے ہیں۔ سات مذکورہ ہیں جب کہ آٹھواں درجہ دارالجلال ہے۔۱۷

جنت عام طور پر بلند ترین آسمان اور اللہ کے عرش کے نیچے بتائی جا تی ہے۔ اس کے مختلف طبقات یا مقامات تک جانے کے لئے آٹھ دروازے ہیں۔ ہر طبقہ اپنی جگہ درجوں میں تقسیم ہے۔ بلند ترین درجہ ساتویں آسمان یا اس سے بھی اوپر ہے، عدن اور فردوس کے نام سے موسوم ہے۔ایک حدیث کے مطابق ان دروازوں کو کھولنے کی چابی کے تین دندانے ہیں (۱) توحید کا اقرار(۲)اللہ کی اطاعت(۳)تمام غیر شرعی کاموں سے رُکنا۔

ایک اور حدیث جو کہ عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ نبی محترمؐ نے فرمایا کہ بہشت کے سو درجات ہیں اور ہر درجے کی مسافت مقدار زمین اور آسمان ہے اور اعلیٰ درجہ فردوس ہے اور اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے اوپر عرش ہے اور وہ بہشت میں درمیان کی ہر شے ہے اور اس سے چار نہریں نکلتی ہیں سوتم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔۱۸

جنتیوں کی شراب:

> ''اور ان کے صبر کے بدلے میں انھیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا وہاں اور وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ انھیں دھوپ کی گرمی ستائے گی اور نہ جاڑے کی ٹھر۔جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہو گی اور اس کے پھل ہر وقت ان کی دسترس میں ہوں گے۔ چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش کرائے جا رہے ہوں گے۔ شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہوں گے اور ان کو (منتظمین جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہو گا۔ ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی امیزش ہو گی۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہو گا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ ان کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ نو خیز ہی رہیں

گے۔ تم انھیں دیکھو تو سمجھ کہ ان کے سامنے موتی بکھیر دیئے گئے ہیں۔ وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا ساز و سامان نظر آئے گا۔ ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے۔ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جاہیں گے اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔"۱۹

جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں،انہیں دنیا میں ہی جنت کا لطف آنے لگتا ہے۔۲۰

صوفیائے کرام مسئلہ توحید کو دوطرح سے بیان کرتے ہیں۔ایک وحدت الوجود یا ہمہ اوست، جس کے مطابق خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔ دوسرا وحدت الشہود یا ہمہ از اوست، جس کی رو سے ہر چیز خدا کا سایہ ہے، اور وہ خود کسی شے میں موجود نہیں۔۲۱

حق ہر جگہ اور کائنات کے ہر ذرے میں موجود ہے، اس نکتے کی وضاحت حضرت مجدد الف ثانی نے ان الفاظ میں کی ہے: "وہ ذات پاک ہے، ہر جگہ اور ہر ذرے میں موجود ہے، لیکن ہم اسے آنکھوں سے دیکھ نہیں پاتے"۔۲۲

چہ مطلب او مدی بڑی خدائے نش
نست والائے ہم وارُ عبادت نش

جب انسان کا مطلب، مدی اور مقصد و منشا اللہ سے جڑ جا تا ہے تو اس کا اٹھنا بیٹھنا، سب اللہ کی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ اسی بارے شاہ عبد اللطیف بھٹائی فرماتے ہیں:

"چلتے رہو اور خواہ مخواہ وقت ضائع مت کرو۔ اپنے دل میں اللہ کی تلاش جستجو کا پکا ارادہ کر لو اور اگر تمہیں اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکامی اور پریشانی ہو پھر بھی حق کی تلاش کی خاطر بیابانوں میں بھٹکنے میں راحت ہے"۔۲۳

علامہ شامی نے حضرت امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے، اور یہی قول علامہ طحاوی اور بیشتر علمائے کرام سے روایت ہے۔اس کے علاوہ اکثر عارفین اور اکابر صوفیائے کرام کی بھی یہی تحقیق ہے۔اس لئے ان کے نزدیک اس پاک نام کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔۲۴

سیدالطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے نقل ہے۔ فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اسم

اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جب اس نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے علاوہ کچھ نہ ہو۔فرماتے ہیں کہ عوام یہ پاک نام لیں تو عظمت و خوف کے ساتھ ہو، خواص نام لیں تو ذات و صفات کی شان دل میں ہو، اور خواص الخواص کے لئے ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے علاوہ دل میں کوئی چیز موجود نہ ہو۔۲۵

اسرار و رموزِ انسانی:

حضرت کاکا صاحبؒ بنی آدم کی وجہ تخلیق اور انسان پر اللہ کے فضل و کرم اور عنایت سے بخوبی واقف تھے۔ آپؒ اس حقیقت سے مکمل آگاہ تھے کہ اللہ کریم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور وہ اس شرف سے بھی آشنا تھے۔ آپؒ اس بات سے بھی واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم انسان پر کس قدر ہے اور انسان کس طرح اللہ کے اس فضل و کرم کا شکر ادا کر سکتا ہے۔ آپؒ مقام عبودیت کو بطریق احسن جانتے تھے۔ آپؒ خود بھی اس مقام سے گزر چکے تھے۔ کسی مقام کو وہی جان سکتا ہے جو اس راستے کا مسافر ہو۔ مقام عبودیت کا اللہ کے ہاں کیا مقام و مرتبہ ہے، اس حقیقت سے حضرت کاکا صاحبؒ اچھی طرح واقف تھے۔آپؒ کے مطابق مقام عبودیت اللہ کی بہت بڑی عطا ہے، اس نعمت کا شکر سوائے عاجزی کے اور کسی طرح سے ادا نہیں ہو سکتا۔۲۶

عبدیت:

حضرت شیخ رحمکارؒ کے چوتھے فرزند حلیم گل رحمتہ اللہ علیہ آپؒ کے مقام عبودیت بارے عرض کرتے ہیں:''میرے پیر و مرشد حضرت کاکا صاحب کو مقام عبودیت حاصل تھا، ان کودل کی صداقت اور کامل یقین حاصل ہوا تھا، آپ مقام عبودیت اور صدق اور یقین کے میدان میں بازی لے گئے تھے۔''۲۷

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں: ''عاجزی کرنے والے کی شان یہ ہے کہ گھر سے باہر جائے تو جس کسی پر بھی اس کی نظر پڑے، اسے اپنے سے بہتر جانے''۔۲۸

حضرت کاکا صاحبؒ طریقِ عشق اس کے انسان سے متعلق رموز بارے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ذی فہم لوگوں کو ادراک ہے کہ اصل راستہ تو صرف عشق کا ہے۔ وہ دیدار کو

جنت جبکہ جدائی کو دوزخ اور عذاب سے موسوم کرتے ہیں۔آپؒ حق الیقین اور عین الیقین کی منزل سے شناسائی رکھتے تھے اور درحقیقت ان منازل کو وہی طے کر سکتا ہے جس پر اللہ کا احسان عظیم ہو۔۲۹

عشق کے اطوار اور اس کے اسرارورموز کا حضرت کاکا صاحب بخوبی ادراک رکھتے تھے، اور ان رموز کا حضرت انسان سے کیا تعلق ہوتا ہے، اس حقیقت سے بھی آشنا تھے۔ ان معاملات سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ محض عشق کا راستہ ہی حق ہے۔ جسے وہ بہشت سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ جدائی اور دوری کو دوزخ اور عذاب کہتے ہیں۔۳۰

حضرت شیخ رحمکار کی شخصیت اللہ کی معرفت کا آئینہ دار تھی۔ جن حضرات کا کہنا ہے اللہ کو پیر کی ارادت میں دیکھا جا سکتا ہے، تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اللہ رب العزت کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارک کے توسل سے دیکھا تھا اور نبی محترمﷺ کی روح مبارک صدیق اکبرؓ کے لئے آئینہ تھی۔اسی طرح کہا جاتا ہے کہ اللہ پیشوا کی جان میں ہوتا ہے۔۳۱

حضرت کاکا صاحبؒ کو مقام عبودیت حاصل ہو چکا تھا اور آپؒ مراقبہ کے ذریعے اس کی حفاظت فرماتے تھے۔ آپؒ اللہ اور بندے کے فرق کو سمجھتے اور دوسروں کو بھی سمجھاتے تھے کہ سبھی کچھ اللہ ہے، اور باقی ماسوا اللہ ہے۔ اللہ ہی کارساز ہے، وہ جس پر جتنی عنایت کر دے، اور سبھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔۳۲

حضرت جنید بغدادیؒ سے نقل ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ شیطان کو خواب میں بالکل برہنہ دیکھا۔ آپؒ نے اس سے فرمایا: ''تمہیں شرم نہیں آتی آدمیوں کے سامنے ننگے ہوتے ہو؟'' اس نے کہا: ''یہ کوئی آدمی ہیں۔آدمی تو وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے میرا جسم کمزور ہو گیا ہے، اور میرا جگر جل کر کباب بن گیا ہے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس مسجد میں گیا اور دیکھا تو چند حضرات گھٹنوں میں سر رکھ کر مراقبہ میں مصروف ہیں۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے: خبیث (شیطان) کی باتوں میں نہ آنا۔''۳۳

حضرت کاکا صاحبؒ اللہ کی محبت میں ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے۔ اللہ کی خاطر

سب سے محبت کرتے تھے، اس کے سوا ان کا کوئی مطلوب نہیں تھا، اسی بدولت آپ کو عشق کی دولت حاصل ہوئی تھی۔آپ ہمہ وقت عشق الٰہی میں ڈوبے نظر آتے تھے، جو اللہ کی یاد میں ڈوبتا ہے، وہ زندہ ہو جاتا ہے، چاہے وہ مردہ ہی کیوں نہ ہو، اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، وہ مردہ ہو جاتا ہے، چاہے ظاہراً وہ زندہ ہی کیوں نہ ہو۔۳۴

حضرت کاکا صاحبؒ تارک الدنیا ہو گئے تھے، اور اپنے ایک مرید کو حلفا فرمایا تھا کہ سونے اور چاندی کی وقعت میرے نزدیک ایک پتھر سے زیادہ نہیں ہے۔آپ کو مقام عبودیت حاصل ہو چکا تھا۔کامل یقین اور دلی صداقت کی دولت سے مالا مال تھے۔راہ حقیقت آپ پر آشکار ہو چکی تھی۔ اللہ سے عشق و محبت کے معاملہ میں آپ شہباز کی مانند تھے۔۳۵

حضرت کاکا صاحبؒ کو فنا فی اللہ ہونے کی بدولت اللہ کی معرفت حاصل تھی۔ آپؒ نے اللہ کی بارگاہ میں اس حد تک حضوری حاصل کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے آپؒ کو اپنی معرفت حق سے نوازا۔ اس معرفت بارے یہ کہا جا سکتا ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ اول سید نا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو آخری نبی جناب حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک سے اللہ کی معرفت نصیب ہوئی۔ آپؐ کی ذات مبارکہ آپؓ کے لئے آئینہ تھی جس میں آپؓ نے معرفت حق کو دیکھا ۔۳۶

حضرت کاکا صاحبؒ وضع دارتھے اور غرور و تکبر سے قطعی دور تھے۔ جو اپنی حقیقت ابدی سے آگاہ، اپنی ارتقا بارے مکمل ادراک رکھتا ہو اور انجام سے باخبر ہو تو اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس میں تکبر و غرور کا شائبہ تک نہ ہو اور متواضع ہو۔ متو اضع کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل کے برابر سمجھے یعنی جس (خاکی مرد کی پہچان ہی یہ ہے کہ اپنے جسم اور مٹی کے مابین کسی چیز کو نہ آنے دے) سے اس کی پیدائش ہوئی۔ وہی مرد کامل ہے جسے اس بات سے آگاہی ہو اور وہ اس کے درمیان کسی بھی شے کو حائل نہ ہونے دے۔

بزرگوں سے روایت ہے کہ درویش زمین کی مانند ہوتا ہے جس کے اندر اچھی اور بری چیزیں جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اصحاب صفہ میں بھی ایک جماعت ایسی تھی جسے اپنے جسم اور مٹی کے مابین کسی دوسری چیز کا حائل ہونا انھیں پسند نہیں تھا۔۳۷

حضرت کاکا صاحبؒ ہمیشہ محبت اور درد میں ڈوبے دکھائی دیتے تھے۔ انھوں نے ہر

وقت اللہ کی یاد کو اپنے دل میں بسایاہوا تھا۔عشق الٰہی کے سوا ان کی نظر کسی دوسری جانب بھٹکتی ہی نہیں تھی۔ آپؒ ہمہ وقت اللہ کے عشق اور شراب طہور کی مستی میں مست رہا کرتے تھے۔ اللہ کی محبت میں کسی کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ۳۸

حضور کاکا صاحبؒ حقیقی معنوں میں مومن برحق تھے۔حقیقی مومن کی تمام صفات آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپؒ نے تمام خواہشاتِ نفس کو اپنے پاؤں تلے کچل دیا تھا اور مکمل طور پر اللہ سے رجوع کر لیا تھا۔ ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مگن رہتے اور اس کی یاد سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ رہتے تھے۔ آپؒ کی ذات ایک حقیقی مومن کی ترجمانی کرتی ہے۔ آپؒ ہر لمحہ اللہ کی خوشنودی کا خیال رکھتے تھے اور استغنا سے سرشار تھے۔۳۹

نفس کی معرفت، اللہ کی رضا میں راضی رہنا، اپنے جذبات خواہشات اور ارادوں کو کچل دینا، بلند ہمتی اور مسلسل جدوجہد طریقہ قلندری کے ترکیبی اجزا ہیں۔ان کیفیات کا نام مستی ہے۔۴۰

خواجہ عبیداللہ احرار فرماتے ہیں: جو شخص دنیوی طمع حرص و ہوس کو ترک کر کے دل کی ہر دھڑکن میں رب تعالیٰ کو سمائے رکھے، اور لوگوں سے اپنے اس راز کو چھپائے رکھے، وہ قلندر ہے۔۴۱

حدیث قدسی میں کچھ اس طرح سے اشارہ ہے: ارشاد ہوتا ہے:جو شخص میری جانب ایک بالشت بڑھتا ہے، میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں۔اور جو شخص ایک ہاتھ آتا ہے، میں ایک باہ ، یعنی دونوں ہاتھوں سے اس کے نزدیک آتا ہوں۔ اور جو میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے، تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔یہ بات ذہن نشیں رہے، کہ یہ سب تشبیہات صرف انسان کو سمجھانے کے لیے ہیں، وگرنہ اللہ تعالیٰ ان افعال سے مبرا ہے۔۴۲

حضور کاکا صاحبؒ نے دنیا کی محبت دل سے نکال دی تھی۔ آپؒ کو صرف اللہ کی ذات ہی مطلوب و مقصود تھی۔ ۴۳

حضرت کاکا صاحبؒ کے فرزند شیخ عبدالعلیم گل فرماتے ہیں: ''حضرت شیخ جی صاحب تارکان دنیا بلکہ تارکان ماسوا اللہ میں سے تھے۔ اور ترک دنیا کے سلسلے میں تمام عالی ہمتوں

سے گویا سبقت لے گئے تھے۔آپ نے ہر غیر حق سے آنکھیں موند لی تھیں، اور حق کے سوا کسی اور سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔ غیراللہ سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے، نہ کسی چیز کو ذخیرہ کرتے تھے۔ آپ نے ترک ماسوا اللہ کیا تھا''۔

بہادرشاہ ظفرکاکا خیل، شیخ رحمکار حضرت کاکا صاحب،۸۳

سیدالانبیا نبی محترم حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم ایسے آدمی کو دیکھو، جو دنیا سے نفرت کرتا ہے، تو اس کا قرب حاصل کرو، وہ تمہیں حکمت بتائے گا''۔۴۴

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں: ''دنیا تمہاری سواری ہے، اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو یہ تمہیں لیے چلے گی، اور اگر تم پر یہ سوار ہو گئی، تو تمہیں ہلاک کر کے چھوڑے گی''۔۴۵

راہِ طریقت اور حضرت کاکا صاحبؒ کا ادراک:

طریقت کے راستے میں حضور کا کا صاحبؒ اپنا آپ منوا چکے تھے اور سلوک کی منازل سے بھر پور آگاہ تھے۔ وہ اس کٹھن راستے میں ثابت قدم تھے۔ حقیقت کے راستے کو نہ صرف بہتر طریقے سے جانتے تھے بلکہ اس راہ کے حقیقی راہی بھی تھے۔ آپ کو دولت عرفان حاصل تھی اورعشق و معرفت کے دریا کے شناور تھے۔۴۶

جو سالکین خود شرک و الحاد میں جکڑے ہوئے ہوں جنھیں خود پرستی سے فرصت نہ مل سکے، جن کی خود بنی الجھن کا شکار ہو، اور دل رموز بے خودی سے بے بہرہ ہو، وہ اللہ اور بندے کے تعلق کو کیا سمجھ سکیں گے۔ نیز جو ظاہری عزت و احترام اور ریاکارانہ عبادت و ریاضت میں گم ہوں، وہ حقیقی طلب اور تلاش سے کیا علاقہ رکھتے ہیں؟

عرفان حقیقت کے طلب گار تو وہی ہیں، جو اللہ کے عشق میں مستغرق ہو گئے، مٹی میں مٹی ہو گئے۔ جو ہر آن رب کی رضا میں شاکر و صابر رہتے ہیں، دنیا کے جلوے انہی کے دم سے حسن رعنائی پاتے ہیں کیونکہ انہیں ہی رب تعالی کا سچا قرب حاصل ہوتا ہے۔۴۷

حضرت کاکاصاحبؒ راہ سلوک و طریقت کی دسویں منزل رضا حقیقی کے مفہوم کو سمجھ

چکے تھے، جس کا مدعا یہی ہوتا ہے کہ قبل از وقت اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے راستے پر چلا جائے۔ بعداز موت تو خود بخود اختیار کرنا پڑتا ہے۔ سالکین کے لئے یہ سب سے ارفع مقام ہے جس میں آپؐ کو منفرد اور خصوصی مرتبہ حاصل تھا، وہ بطور خاص اس کرم سے نوازے گئے تھے۔ ۴۸

تمام سلاسل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سالک کا مطلوب و مقصود حق سبحان اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔۴۹

شیخ ابو بکر کتانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں چند صوفی اکٹھے ہوئے تھے ان میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع کے اندر اللہ کی محبت پر بحث شروع ہوئی کہ محبّ کون ہے۔ سب حضرات اپنے اپنے ارشادات فرماتے رہے اور حضرت جنید خاموش رہے ان حضرات نے آپؒ سے کہا کہ آپ بھی کچھ بیان کریں۔ اس پر آپ نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے اور اللہ کے ذکر سے جڑ گیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو۔دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو اس کے لئے اللہ کا ذکر مانند شراب کا پیالہ ہو۔

اگر کلام کرے تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ باالفاظ دیگر رب کریم ہی اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے۔ اگر حرکت اور سکون ملتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور پھر اس حالت میں کھانا، پینا، سونا، جاگنا سب افعال رب رحمان کی رضا کے لئے ہو جاتے ہیں۔۵۰

سلوک:

طریقت کے راستے پر جب کوئی صوفی سفر کرتا ہے تو اپنے شیخ یا پیشوا کی ہدایت پر عمل کرنا اس کے لئے شرط اول ہوتا ہے۔ وہ اس وقت انتہا کو پہنچتا ہے جب تقوی کی بنیاد پر شب و روز بسر کرتا ہے۔

صوفیہ کے نزدیک سلوک سے مراد تعلق باللہ کی تلاش ہے، جسے جاری رکھنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ تلاش حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ توکل، فقر، عشق، معرفت ایسے تمام مقامات سے گزر جائے اور ان میں کمال درجہ حاصل کر لے۔۵۱

قلب و روح کا بیان:

قلب اور روح کو تصوف میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ موضوع تصوف کی دنیا میں اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت کاکا صاحبؒ کو قلب و روح کے باب میں دسترس حاصل تھی۔ جس طرح نبی محترمﷺ سے لوگوں نے روح سے متعلق سوال پوچھا تب حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ اللہ رب العزت نہیں چاہتے کہ عشق و محبت کا یہ راز عام ہو جائے۔ اور فرمایا آپ انھیں کہہ دیں کہ یہ میرے اللہ کے حکم سے ہے۔ پس اے بھائی! جب طالب، مطلوب کے مقام تک رسائی حاصل کر لے تو مکمل معرفت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ نبی محترمؐ کی پیروی میں رب کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ اس صورت حال کی غمازی کرتا منیر خاؔور کا شعر ملاحظہ کیجیے:

انہیں یہ لگن ہے خدا کو وہ دیکھیں
ہمیں یہ لگن ہے خدا ہم کو دیکھے

حضرت کاکا صاحبؒ شریعت نبویؐ کے پاسدار تھے اور اتباع رسول میں سرشار تھے۔ آپؒ علم الیقین حق الیقین اور عین الیقین کی دولت سے نوازے گئے تھے۔ یہ بلا شبہ ارفع مقام ہے۔۵۲

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ آدمؑ کی تمام اولاد کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔یعنی اللہ کے قبضہ و تصرف میں اس طرح سے ہیں جیسے صرف ایک دل ہو۔ یعنی ہر دل کو جس طرح چاہتا ہے، پھیر دیتا ہے، پھر رسولؐ اللہ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ!اے دلوں کے پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے''۔آمین۵۳

اللہ تعالی جس نے یہ خوب صورت کائنات بنائی اپنے پاک راز سے دل کا معجزہ عطا کیا ہے۔اس نے انسانی دل پر اپنے دست خط ثبت کر دیئے ہیں جس کو دیکھنے کے لئے ایک مردہ شخص کے دل کو دو حصوں میں کاٹنا پڑے گا، اس لئے نیچے دستخط تہوں کی شکل میں اس طرح دکھائی دیتے ہیں، جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے۔۵۴

صوفیائے کرام کے نزدیک علم الیقین دنیا سے متعلق احکامات کو سمجھنا ہے جبکہ عین القین نزع اور آخرت بارے علم ہے۔حق القین روز حشر دیدار باری تعالی اور اس کی کیفیت کو سمجھنے کا نام ہے۔علم الیقین علماء سے متعلق ہے کیوں کہ وہ شرعی احکامات اور امور پر ثابت قدم رہتے ہیں۔عین القین حق کے عارفوں کا درجہ ہے کیوں کہ وہ ہر وقت موت کی تیاری میں مگن رہتے ہیں۔حق القین محبان حق کا فنا کا مقام ہے، کیوں کہ جو اس راستے سے دور ہو گیا وہ اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ عین القین اللہ کی محبت میں فنا کا مقام ہے اور حق القین اللہ کے مشاہدہ سے متعلق علم ہے۔علم الیقین عام ہے، حق القین، خاص ہے جبکہ حق الیقین خاص الخاص ہے۔۵۵

روح:

دین کے مطابق روح کی دو اقسام ہیں۔روح حیوانی اور روح الٰہی۔

قران مجید میں روح حیوانی کے لئے نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ لالچ، حرص اور بدی کے آگے جھک جاتا ہے۔جب اس کو موت آتی ہے تو روح الٰہی زندہ رہتی ہے، جو آخرت کا توشہ ہے۔یہ خیر پر قائم رہتی ہے اور بدی کی مزاحمت کرتی ہے۔۵۶

قلب

اللہ تعالی نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام سے متعلق حکم سنایا:

> ''اس کے سینے میں جو دل رکھا گیا ہے، وہ اس قدر پاک، صاف اور وسیع ہے کہ اسے ہم اپنا گھر بنا رہے ہیں اور وہیں پر ہماری کرسی رکھی جائے۔ اس کا دل ہمارے لئے بہت ہی وسیع اور مضبوط عرش ہو گا۔اب جاؤ ہمارے ملائکہ، ہم نے اس کے لئے تمام کثافتوں اور نقائص سے پاک روح الاہی، روح ملکوتی، روح الرّوح اور روح اعظم منتخب کیا ہے۔وہ لاؤ اور آدم کے اس جثّہ میں داخل کردو''۵۷

ابن جلیل کہتے ہیں: ''کرسی کا اصل معنی اور مدعا علم ہے، کیوں کہ اللہ تعالی وحدہ لا شریک ہے، اور اٹھنے بیٹھنے سے پاک ہے۔''۵۸

اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:''آپؐ فرما دیجئے اگر تم خدا تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب

گناہوں کو معاف کر دے گا۔'' ۵۹

سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد،والدین، اور پوری انسانیت سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔''٦٠

عشق رسولؐ بارے حضرت بو علی قلندر کا قول زریں ہے: ''عاشق رسول بن جاو، تو نہ صرف دونوں جہان تمہارے ہوں گے، بلکہ معشوق کا حسن بھی بے پردہ ہو کر تمہارے سامنے عیاں ہو جائے گا۔خود عشق کرو گے، تو ہمیشہ حسن کو بھی دیکھتے رہو گے۔دنیا اور عقبی کو پہچانو۔دنیا شیطان کی وراثت ہے، جب کہ عقبی خالق کی طرف سے دیا ہوا عطیہ ہے۔'' ٦١

ماحصل

انسانی زندگی مختلف عناصر کا ملغوبہ ہے اور بھول بھلیوں کا سفر ہے مگر زندگی کی تمام تر الجھنیں سلجھ سکتی ہیں اگر انسان خود سے خودشناسی کے سفر کا امین ہو جائے۔ آدمی حقیقت آدم پہ غور کرنے لگتا ہے تو معرفتِ الٰہی کی منازل اس کے لئے آسان ہو جاتی ہیں بشرطیکہ وہ تمام تر جسمانی و روحانی امراضِ مزمن سے نجات حاصل کر لے اور عاجزی و انکساری، زہد و تقوی سمیت توکلِ الٰہی کو شعار بنا لے۔ وہ جب یک رخ ہو جاتا ہے تو عبودیت کی منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت کاکا صاحبؒ کی شخصیت بھی اپنی مثال آپ ہے جو راہِ سلوک کے حقیقی راہی ہونے کے باوصف اوروں کے لئے فقید المثال ٹھہرے اور مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔ ان کی زندگی سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اگر طلب سچی اور طبیعت میں اخلاص ہو تو منزل کٹھن نہیں رہتی۔

حوالہ جات

۱۔ حضرت حلیم گل،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ،دارلعلوم فیض القران، نوشہرہ،۱۹۹۵،ص ۱۳۴

۲۔ سید قاسم محمود، اسلامک انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران، کتب لاہور، سال ندارد، ص ۳۰۔

۳۔ فقیر سید رسول شاہ کاکا خیل، تذکرہ قطب وحدت،ص ۸۸۔

۴۔ سید قاسم محمود، س ن، ص۳۰

۵۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی،

اسلام آباد،۲۰۱۳، ۱۴۔
۶۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۱۴۔
۷۔ فقیر سید رسول شاہ کاکا خیل،تذکرہ کتب وحدت، رحمکاریہ پبلیکیشنز خیبرپختونخواہ، نوشہرہ، ۲۰۱۷، ص ۸۴
۸۔ ایضاً۔
۹۔ ایضاً۔
۱۰۔ ایضاً۔
۱۱۔ ایضاً، ص ۸۶۔
۱۲۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۱۴۔
۱۳۔ ایضاً، ص۱۸۔
۱۴۔ عذرا وقار، وارث شاہ، عہد اور شاعری، ۲۰۰۷، ص ۱۱۳۔
۱۵۔ غلام حیدر سندھی، حیات قلندر شہباز، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۲۰۰۶،ص ۵۱۔
۱۶۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)،صفحہ ۱۹۸
۱۷۔ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلو پیڈیا ،ص۔۲۲۷
۱۸۔ ایضاً۔
۱۹۔ ایضاً، ص ۲۲۳۔
۲۰۔ حضرت مولانا محمد ذکریا، فضائل اعمال، اسلام بک ڈپو، لاہور ۱۹۹۹، ۲۰۱۵،۱۱۔
۲۱۔ عذرا وقار، وارث شاہ۔عہد اور شاعری، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۰۷،۱۹۔
۲۲۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۶۔
۲۳۔ داور خان داؤد، رنگہائے پشتو ادب،۲۰۱۷ء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت،اسلام آباد،ص۲۱۶
۲۴۔ حضرت مولانا محمد ذکریا، فضائل اعمال، اسلام بک ڈپو،لاہور ۱۹۹۹، ۹۸۔
۲۵۔ ایضاً۔
۲۶۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)،صفحہ ۱۴۶
۲۷۔ بہادرشاہ ظفر، کاکا خیل، شیخ رحمکار کاکا صاحب، جنید پیپرمارٹ پشاور، ۲۰۰۷، ص ۹۹

۲۸۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۳۵۔
۲۹۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)صفحہ ۔۱۶۰
۳۰۔ حلیم گل بابا، مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، ص ۱۵۱۔
۳۱۔ ایضاً،ص ۱۶۱۔
۳۲۔ حلیم گل بابا، مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، ص ۱۶۲۔
۳۳۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب، فضائل اعمال، اسلام بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۹، ص ۴۳۔
۳۴۔ حلیم گل بابا، مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، ص۱۶۳۔
۳۵۔ ایضاً، ص ۱۶۵۔
۳۶۔ ایضاً، ص۱۶۱۔
۳۷۔ ایضاً، ص ص۱۶۲۔۱۶۳۔
۳۸۔ ایضاً۔ ص ص ۱۶۴-۱۶۳۔
۳۹۔ ایضاً، ص۱۶۴۔
۴۰۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۸۱۔
۴۱۔ ایضاً، ص۸۱۔
حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن ، پیر سباق ، نوشہرہ ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)صفحہ ۔۱۶۴
۴۲۔ حضرت مولانا محمد ذکریا، فضائل اعمال، اسلام بک ڈپو ، لاہور ۱۹۹۹، ۲۰۱۵،۱۱۔
۴۳۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)صفحہ ۔۱۶۵
۴۴۔ ایضاً، ص۲۴۔
۴۵۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۶۱۔
۴۶۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)صفحہ ۔۱۲۴
۴۷۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳،ص ۲۰۵۔
۴۸۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم

فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)صفحہ ۔۱۳۲
۴۹۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ص۲۶۔
۵۰۔ مولانا محمد زکریا صاحب، فضائل اعمال، اسلام بکڈپو، لاہور، ۱۹۹۹ء،۲۰۱۵ء،ص ۱۵۴۔
۵۱۔ سید قاسم محمود، اسلامک انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران و کتب لاہور، سال ندارد، ص۱۰۳۵۔۱۰۳۶
۵۲۔ حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکا صاحبؒ ،مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، سال ۱۹۹۵ء،دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، نوشہرہ، صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ)صفحہ ۔۱۶۷
۵۳۔ ماہانہ مہر منیر، اسلام آباد، پیر سید معین الحق گیلانی، دسمبر ۲۰۰۸، ص ۹
۵۴۔ سید رسول شاہ کاکا خیل،تذکرہ قطب وحدت، رحمکاریہ پبلی کیشنز، خیبرپختونخواہ، نوشہرہ۔۲۰۱۷، ص ۶۸،۶۷
۵۵۔ داتا بخش ہجویری، کشف المحجوب، ضیا القران پبلیکیشنز، لاہور، فروری ۲۰۰۹، ص ۵۲۸۔
۵۶۔ سید قاسم محمود، اسلامک انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران و کتب لاہور، سال ندارد، ص۲۷
۵۷۔ غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعرا، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۳، ۱۷۔
۵۸۔ سید قاسم محمود، اسلامک انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران و کتب لاہور، سال ندارد، ص۶۲۔
۵۹۔ حضرت مولانا محمد ذکریا، فضائل اعمال، اسلام بک ڈپو، لاہور ۱۹۹۹، ۲۰۱۵،۲۹۔
۶۰۔ علامہ عنایت اللہ قادری، وراثت رسول، فقر محمدی،مراہ العارفین انٹرنیشنل لاہور،فروری ۲۰۱۲،ص ۱۴۔
۶۱۔ غلام حید رسندھی، حیات قلندر شہباز، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد،۲۰۱۶،۱۳۰۔